ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

4

20 تا 26 صفر المظفر 1432ھ/ 25 تا 31 جنوری 2011ء

اس شمارے میں

'کراچی' جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب

پاکستان: قیام خلافت کا نقطہ آغاز

مومنین اور اُن کی جزا

دنیا کے محسنِ حقیقیؐ

مسلمانوں کے ساتھ مغرب کا رویہ

ایک محاذ یہ بھی ہے!

قانون ناموس رسالت:
حقائق اور پروپیگنڈا

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سنت اللہ کے نتائج

اسلام انسانی قلب کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کہ وہ معاشروں میں رونما ہونے والی حقیقی تبدیلیوں کے عوامل کا بچشم بصیرت جائزہ لے اور اپنی شعوری صلاحیتوں سے ان کے اسباب و نتائج پر غور کرے اور ان تاریخی مثالوں کا جائزہ لے جن میں اللہ کی سنت پوری ہوئی ہے اور اللہ نے مومنین کو تمکّن عطا فرمایا ہے اور کافروں، سرکشوں اور مفسدین کو تباہ فرمادیا ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ کی دائمی اور ناقابلِ تغیر سنت ہے کہ وہ اہل ایمان کی نصرت فرماتا اور کافروں کو ذلیل کر دیتا ہے، جبکہ بظاہر حالات اس کے برعکس نظر آ رہے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم بتلاتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی ہمیشہ جاری رہنے والی سنت کے نتائج ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں، مگر ان نتائج کے اظہار میں افرادِ انسانی کی عمریں مقیاس نہیں ہیں اور نہ تاریخ کا کوئی عارضی مرحلہ پیمانہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت باطل وقتی طور پر کامیاب و کامران ہو کر روئے زمین کی غالب و کارفرما قوت بن جائے، لیکن یہ مرحلہ دائمی نہیں ہوتا بلکہ یہ دراصل ہمہ پہلو سنت اللہ کے اجزا کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اور باطل کی کارفرمائی کا یہ مرحلہ یا تو اس لیے آجاتا ہے کہ اس مرحلے میں لوگوں کی باطل کے خلاف مزاحمت کی قوتیں ٹھٹھری ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں باطل کے خلاف جہاد کر کے اسے ختم کر دینے کا بُوتا نہیں ہوتا۔

> ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔'' (الرعد:11)

اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ باطل کے ظلم کو انگیز کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں بلکہ اسے خوشگوار محسوس کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے۔

> ''جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے۔'' (حاکم)

اسلام کا نظامِ تربیت

محمد قطب

سورۃ التوبہ

(آیات:79تا82)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ ۫
وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۹﴾ اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِیۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ
وَرَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۸۰﴾ فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوۡۤا اَنۡ یُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ
وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ ؕ قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوۡ كَانُوۡا یَفۡقَهُوۡنَ ﴿۸۱﴾ فَلۡیَضۡحَكُوۡا قَلِیۡلًا وَّلۡیَبۡكُوۡا كَثِیۡرًا ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ ﴿۸۲﴾

’’جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور (بیچارے غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں (اور اس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے۔ اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے۔ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہی ہے) اگر (ان کے لئے) ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ اللہ کے پیغمبر ﷺ (کی مرضی) کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا کہ (اللہ کی راہ میں) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں، اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا (ان سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔ یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا۔‘‘

جنگ تبوک کی تیاری کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ ایک بڑی مہم ہے۔ اس کے لیے جو بھی لا سکتے ہو پیش کرو۔ یہ گویا چندے کی اپیل تھی۔ اس موقع پر ایک انصاری صحابی ابوعقیلؓ نے جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، ساری رات مزدوری کی۔ پانی کھینچ کھینچ کر ایک باغ کو سیراب کیا۔ صبح کو انہیں مزدوری میں کچھ کھجوریں ملیں، انہوں نے آدھی کھجوریں گھر میں اپنے بچوں کو دے دیں اور باقی آدھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ وہاں جو منافق تھے وہ اس پر فقرے چست کرنے لگے کہ ہاں ان کھجوروں کے بغیر تو یہ مہم چل ہی نہیں سکتی تھی۔ کیا کہنے، یہ تو بہت بڑا صدقہ انہوں نے کیا۔ ان طعنوں کے ساتھ وہ ان کا دل دکھا رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ان کھجوروں کو پورے ڈھیر پر پھیلا دو، یہ سب پر بھاری ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں اُن پر جن کے پاس اپنی محنت مشقت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مذاق اُڑائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ سورۃ النساء میں منافقین کے لیے یہ الفاظ ہیں کہ بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

منافقین کے بارے میں اب یہ سخت ترین آیت ہے کہ اے نبی آپ ان (منافقین) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں بات ایک ہی ہے۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کر چکے ہیں، اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ پیچھے رہ جانے والوں نے حضور ﷺ سے اجازتیں لے لی تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے جُدا ہو کر اپنے بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور وہ دوسروں سے بھی یہ کہہ رہے تھے کہ ہم تو چھٹی لے آئے ہیں، تم بھی ذرا عقل کے ناخن لو۔ اس گرمی میں کہاں جا رہے ہو۔ موسم اتنا شدید ہے۔ کیا پاگل ہو گئے ہو۔ اس گرمی میں نہ نکلو۔ اے نبی، ان سے کہہ دیجیے جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش کہ ان کو اس بات کا فہم حاصل ہوتا۔ تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ۔ اُن کی سزا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کمائی کی۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بچے کو سب سے پہلا تحفہ

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَوَّلُ مَا یَنۡحَلُ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ اِسۡمُهٗ فَلۡیُحۡسِنۡ اِسۡمَهٗ)) (ابو الشیخ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے اس لیے چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔‘‘

تشریح: بچے کا اچھا نام رکھنا بھی اُس کا حق ہے۔ اس معاملے میں بالعموم غفلت برتی جاتی ہے۔ ہندوانہ تہذیب اور انگریزی کلچر کے زیرِ اثر ایسے نام رکھے جاتے ہیں جو معنویت سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ روش صحیح نہیں ہے۔ نام ایسا ہو جس سے اچھا معنی نکلتا ہو، اور اُس سے اللہ اور اُس کے رسول سے تعلق ظاہر ہوتا ہو۔ اسی لیے آپؐ نے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام کو پسند فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

”کراچی“ جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب

روشنیوں کا شہر کراچی جسے ”مِنی پاکستان“ بھی کہا جاتا ہے آج مختلف عصبیتوں سے پیدا ہونے والی نفرت کی آگ میں بھسم ہو رہا ہے اور حکمران ہی نہیں معاشرے کے اکثر طبقات بھی تماشا دیکھ رہے ہیں۔ یہ تماشا بینی خاموشی سے ہو رہی ہے جیسے مرنے والوں کا اُن سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ البتہ اُس وقت تھوڑا بہت رو پیٹ لیا جاتا ہے جب کوئی اپنا عزیز یا ہم پیشہ کسی اندھی گولی کا شکار ہو جاتا ہے۔ سیاسی لیڈروں اور حکومتی رہنماؤں نے چند بیانات اس حوالہ سے ریکارڈ کروائے ہوئے ہیں۔ ہر نئی واردات پر اور ہر نئے قتل پر اور کسی دہشت گردی کے ارتکاب پر وہ بیانات اخبارات اور دوسرے میڈیا کو جاری کر دیئے جاتے ہیں، مثلاً ہم مقتول کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے گی، سارے شہر میں سیکیورٹی الرٹ کر دی گئی ہے اور دہشت گرد ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتے وغیرہ وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ عالیشان محلوں میں رہتے ہوئے اور لگژری گاڑیوں میں سفر انجوائے کرتے ہوئے اور سیکیورٹی گارڈز کے آہنی حصار میں محفوظ دل لگیاں کرتے ہوئے آپ کے حوصلے کیوں پست ہوں گے۔ پوچھئے اُن سے جن کا واحد کفیل اُن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر منوں مٹی تلے دفن ہو گیا۔ پوچھئے اُس نئی نویلی دلہن سے جس کے سر کا تاج نہ رہا، جسے بیوہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ پوچھئے اُن ننھے منّے یتیم بچوں سے جن کے سر پر باپ کا سایہ نہ رہا۔ پوچھئے اُن بوڑھے والدین سے جن کا تندرست و توانا لختِ جگر خون میں نہا گیا، جن کا بڑھاپے میں عصا ٹوٹ گیا۔ پوچھئے اُن سے تمہارے اُن حوصلوں کا کیا بنا جو قیامِ پاکستان کے وقت ہمالیہ کی طرح بلند تھے، کیا بنا اُن ولولوں اور جذبوں کا جو اُس وقت تمہارے سینوں میں مچل رہے تھے۔ تم جب پاک سرزمین پر قدم رکھتے تھے تو سربسجود ہو جاتے تھے، آنکھوں میں چمک آ جاتی تھی۔ کیا رشتہ تھا اتر پردیش، ممبئی، کلکتہ اور بھارت کے دور دراز شہروں سے کراچی اور پاکستان کے دوسروں شہروں میں ہجرت کر کے آنے والوں کا، سوائے اس کے کہ وہ ایک ہی رسول ﷺ کا کلمہ پڑھتے تھے اور کیا گناہ کیا تھا جنہوں نے اُنہیں جی آیاں نوں کہا تھا اور اُن کے لیے گھر بار کھول دیئے تھے۔ ہندوستان میں بسنے والا مسلمان ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آیا تھا اور سفر بھی ایسا کٹھن کہ اللہ کی پناہ۔ تمام راستے بھارت کا ہندو اور سکھ بندوقیں اور کرپانیں لیے کھڑا ہے، جوان بیٹیوں کا ساتھ ہے، جان سے زیادہ اُن کی عزت کی فکر دامن گیر ہے، لیکن ایک جنون ہے، ایک جذبہ ہے جو سیلِ رواں کی طرح بہا آ رہا ہے۔ پھر یہ کہ اُن میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ منزل پر نہ عزیز و اقارب ہیں نہ دوست و آشنا ہیں لیکن وہ بھی صدیوں کی محلّہ داری چھوڑ کر اجنبیت کی طرف یوں بڑھتے چلے آ رہے ہیں جیسے وہاں کوئی اُن کا برسوں سے منتظر ہے۔ یہ نظریہ کا رشتہ تھا۔ یہ روح کا رشتہ تھا۔ یہ زمینی نہیں، آسمانی رشتہ تھا۔ یہ اسلام کا رشتہ تھا۔ اور یہ مقامی لوگ انصارِ مدینہ کی یاد تازہ کر رہے تھے، اپنے بچوں کو گُڑ چنے کھلانے والے دیگیں پکا پکا کر مہاجر کیمپوں میں لے جا رہے تھے، جیسے اُن کے آنگن میں بارات اتری ہو۔ اب حالات یکسر کیوں پلٹ گئے ہیں؟ کس کی نظر کراچی کو کھا گئی ہے؟ اِس چمن سے بہار کیوں روٹھ گئی؟ شہرِ کراچی کی روشنیاں کیوں بجھتی جا رہی ہیں؟ کراچی اندھیروں میں کیوں ڈوبا جا رہا ہے؟ محبت سے ایک دوسرے کو سینے سے لگانے والے ایک دوسرے کے سینے کیوں چھلنی کر رہے ہیں؟ جو چہرے ایک دوسرے کو دیکھ کر کِھل اٹھتے تھے وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ کیوں پھیر لیتے ہیں؟ لاشیں اُٹھانے والے تھک گئے ہیں، لاشیں گرانے والے کیوں تازہ دم ہیں؟ آج یہ دیوانہ وار محبت مکروہ

تاخلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

20 تا 26 صفر المظفر 1432ھ | جلد 20
25 تا 31 جنوری 2011ء | شمارہ 4

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

نفرتوں میں کیوں تبدیل ہو چکی ہے؟ ہر دردِ دل رکھنے والا پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کاش! اے کاش! ایسا نہ ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ کبھی کسی نے جَو بیج کر گندم کاٹی ہے؟ کبھی اُس راہی کو منزل ملی ہے جو منزل کے مخالف سمت سفر کر رہا ہو؟ یاد کرو اپنا وعدہ جب تم کہتے تھے کہ اے اللہ، ہمیں ایک قطعۂ زمین دے دے۔ ہم اُس کا نام پاکستان رکھیں گے جس کا مطلب لا الٰہ الا اللہ ہوگا۔ ہمارا قائد کہتا تھا، ہمارے پاس تیرہ سو سال پہلے بنا ہوا آئین موجود ہے۔ ہمیں کسی آئین کی ضرورت نہیں۔ ہمارا مفکر علامہ اقبال کہتا تھا کہ مسلمانوں کو الگ ملک اسی لیے چاہیے تاکہ عرب امپیریلزم کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو پردے ڈال دیئے گئے تھے وہ اتار کر اسلام کا اصل روشن چہرہ لوگوں کو دکھایا جاسکے۔ پھر یہ کہ پاکستان کی خالق جماعت نعرہ زن تھی ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' ہندوستان بھر سے مسلمانوں نے اِسی لیے تو پاکستان ہجرت کی تھی، تاکہ وہ ایسے دیس میں آ جائیں جہاں اسلام کے احکامات پر چلنا ممکن ہو۔

دوسری طرف مقامی لوگوں کو مہاجروں کے بارے میں صرف یہ معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہیں۔ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔ بنگالی، پٹھان اور پنجابی کی معاشرت، ثقافت، بود و باش، زبان، رسم و رواج اور خوراک تک ہندوستانی مسلمان سے مختلف تھی۔ پھر ہندوستان کا مسلمان پاکستان کی طرف کیوں بھاگا؟ صرف اس لیے کہ وہ ایک دین سے منسلک تھا۔ جب اس دین کو پاکستانیوں نے جس میں مقامی اور مہاجر دونوں شامل ہیں، پاکستان میں نافذ کرنے کے لیے کچھ نہ کیا۔ جب اسلام جو دونوں کو جوڑنے کے لیے سیمنٹ کی حیثیت رکھتا تھا اُسے نکال کر الگ رکھ دیا گیا، اُس سے لاتعلقی اختیار کر لی گئی، نجی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر اسلام کو دیس نکالا دے دیا گیا۔ جب اُنہوں نے اُس رشتہ کو خیر باد کہہ دیا جس میں محمد ﷺ نے اُنہیں پرویا تھا۔ آسمانی اور روحانی رشتہ ختم ہوا تو زمینی اور مادی رشتوں نے تعلق محبت اور اپنائیت کی بنیاد فراہم کر دی۔ اب مہاجر مہاجر کا بھائی اور ہمدرد ہے۔ وہ غیر مہاجر کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور وہ ایم کیو ایم میں منظم ہوتا ہے۔ سندھی سندھی کا بھائی ہے۔ وہ مہاجر کو اپنی زمین پر مداخلت کار سمجھتا ہے۔ وہ جئے سندھ کا نعرہ لگاتا ہے۔ وہ خود کو ''دھرتی کا سپوت'' (son of the soil) کہتا ہے۔ ہم 1947ء میں زمین اور مادے کو لات مار کر نظریہ کی بنیاد پر باہم جڑے تھے۔ اب زمین اور مادہ ہدف ہیں جس کے لیے جنگ ہو رہی ہے۔ جنگ کے لیے پیسہ اور اسلحہ چاہیے۔ یہ ضرورت کوئی کرپشن سے پوری کر رہا ہے اور کوئی بھتہ وصول کر کے پوری کر رہا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ جب ہم مذہبوں میں جنگ ہوگی تو کسی غیر مذہب سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ مہاجر نے اگر سندھی پنجابی سے جنگ جیتنی ہے تو ہندو سے مدد لینے میں کوئی عار نہیں اور پٹھان نے اگر مہاجر کو شکست دینی ہے تو وہ امریکیوں سے کیوں نہ مدد لے، کیونکہ جنگ میں تو سب جائز ہے۔

لہٰذا کراچی کی رونقیں اگر واپس لانی ہیں، اگر اُس روٹھی ہوئی بہار کو پھر چمن کی زینت بنانا ہے، اگر چہروں کے پھر کھِل اُٹھنے کی آرزو ہے تو پاکستان کو اُس کا مطلب فراہم کریں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی آشیر باد حاصل کریں۔ اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کریں۔ موجودہ حکومت کراچی کو امن فراہم کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ اگر نئے انتخابات کے نتیجہ میں نئی حکومت برسرِاقتدار آتی ہے تو اُس کی ناکامی بھی لازم ہے۔ اس لیے کہ بنیادی تبدیلی یعنی انقلاب برپا کیے بغیر امن وامان کا حصول ناممکن ہے۔ پولیس افسروں کے تبادلے، پولیس کی جگہ رینجرز کو لانا کوئی اے پی سی منعقد کرنا، یہ سب خود فریبی ہے۔ دِنوں کے وقفے کے بعد حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔ اس تحریر کو محفوظ کر لیں۔ ہم اللہ پر توکل کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ نظامِ خلافت قائم کیے بغیر امن وامان کے قیام کا کوئی سوال نہیں۔ اے اہل کراچی! غیر اسلامی نظام فساد کی جڑ ہے۔ اِس جڑ کو اکھاڑ نہ پھینکا تو خاکم بدھن کراچی جل کر راکھ ہو جائے گا اور اگر اسلام نافذ ہو گیا تو اللہ اپنے نظام کی برکت سے کراچی کو محفوظ اور مامون رکھے گا۔ ان شاء اللہ

بیابہ مجلس اسرار

پاکستان: قیامِ خلافت کا نقطہ آغاز بنے گا ان شاء اللہ

مجھے اس بات کا یقین حاصل ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارضی پر دینِ حق کا غلبہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوت کے نظام کا قیام لازماً واقع ہو کر رہے گا۔ اور مجھے گمانِ غالب اور اُمید واثق ہے کہ غلبۂ دینِ حق اور قیامِ نظامِ خلافت کا نقطۂ آغاز بننے کی سعادت اِن شاء اللہ العزیز اسی ارضِ پاکستان اور اس سے ملحق سرزمین افغانستان کو حاصل ہوگی جسے ماضی میں ''خراسان'' کہا جاتا تھا! میرے اس ''یقین کی حد کو پہنچنے والے گمان'' کی بنیاد جہاں بعض احادیثِ نبویہ بھی ہیں جن کی بنا پر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے!

وہاں اس کی اصل اور محکم اساس گزشتہ چار سو سال کی تاریخ پر قائم ہے، جو گواہی دیتی ہے کہ پچھلی چار صدیوں کے دوران میں تجدید دین کا سارا کام برعظیم پاک و ہند میں ہوا اور اس عرصے میں تمام مجدّدینِ اعظم اسی خطے میں پیدا ہوئے —— جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشیتِ ایزدی اور حکمتِ خداوندی میں کوئی طویل المیعاد منصوبہ اس خطۂ ارضی کے ساتھ وابستہ ہے۔

منافقین کا خوفناک انجام اور

سچے اہل ایمان اور اُن کی جزا

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 7 جنوری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ کی آیات 68 تا 72 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! سورۃ التوبہ کا نواں رکوع ہمارے زیرِ مطالعہ ہے۔ گزشتہ جمعہ اس رکوع کی ابتدائی آیات پر گفتگو ہوئی تھی۔ اِن آیات میں منافقین اور اُن کے خصائل کا تذکرہ تھا۔ ہمارے ہاں نفاق کا مرض وجودِ ملی کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ ہر سطح پر منافقانہ روش جاری ہے۔ ناموس رسالت ایکٹ کے حوالے سے بحث نے اس نفاق کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ میں نے اِن آیات کو اپنے بیان کے لیے اس لیے منتخب کیا، تاکہ ان کی روشنی میں ہر شخص اپنا جائزہ لے سکے کہ ایمانی حوالے سے وہ کہاں کھڑا ہے، کہیں نفاق کا مرض تو اِسے لاحق نہیں ہوگیا۔ آج کی نشست میں نفاق کے موضوع کو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ سچے اہل ایمان کا تذکرہ اور مومنانہ کردار اور اوصاف کی وضاحت ہوگی، ان شاءاللہ۔

منافقین کے انجام بد کی بابت فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ۙ۶۸﴾

"اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہی ان کے لائق ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کردی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے۔"

دنیا میں منافقانہ روش اپنانے والوں کا انجام بہت عبرت ناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے جہنم کی آگ تیار کی ہے۔ اور یہ اِسی قابل ہیں۔ یہاں تو انہیں مہلت مل رہی ہے، مگر وہاں انہیں خوفناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اس سے کسی طور نہ بچ سکیں گے۔ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ اُن کے کرتوتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کردی ہے۔ لعنت اللہ کی رحمت سے محرومی ہے۔ لہٰذا اُن کے لیے پھٹکار ہی پھٹکار ہے۔ اُن کے لیے آخرت میں قائم رہنے والا عذاب ہے۔

آگے فرمایا:

﴿كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ﴾

"(تم منافق لوگ) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ وہ تم سے بہت طاقتور اور مال واولاد میں کہیں زیادہ تھے۔ تو وہ اپنے حصے سے بہرہ یاب ہو چکے۔ سو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے ہیں، اسی طرح تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھالیا۔ اور جس طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے اسی طرح تم باطل میں ڈوبے رہے۔"

نفاق کی بیماری کا سبب اکثر و بیشتر مال واولاد اور قوت اور اقتدار کی اندھی محبت ہوتی ہے۔ یہی چیزیں بالعموم انسان کو راہ حق پر آگے بڑھنے سے روکتی ہیں۔ یہ دراصل پاؤں کی وہ بیڑیاں ہیں جن کے ہوتے ہوئے انسان راہ حق پر دو قدم بھی نہیں چل سکتا۔ عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا اُس کا مسئلہ کیا تھا؟ اقتدار و اختیار سے محرومی۔ آنحضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے وہ بادشاہ بننے والا تھا۔ اُس کی تاج پوشی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ہجرت کے بعد صورتحال یکسر بدل گئی۔ اُس کا خواب چکنا چور ہوگیا۔ لہٰذا وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے بغض پالنے لگا۔ یہاں منافقین سے فرمایا، دیکھو، تم جس مال واولاد کے نشے میں ہو، تم سے پہلے لوگ بھی اسی نشے میں دھت تھے۔ وہ تم سے مال واولاد میں بڑھ کر تھے۔ انہوں نے دنیا میں اپنے حصے سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ انہوں نے دنیا کے آرام و آسائش اور لذات کو اپنا مقصود بنایا اور دنیا ہی جمع کرنے میں لگے رہے، اور آخرت کو بھلا بیٹھے۔ تم بھی اُن کی طرح اُخروی انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاعِ فانی سے جتنا مقدر ہے، حصہ پا رہے ہو۔ تم سمجھ لو کہ جو حشر اُن کا ہوا وہی تمہارا بھی ہوگا۔ دیکھو، پہلے لوگ مال واولاد اور جسمانی قوت میں تم سے زیادہ ہونے کے باوجود اگر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو پھر تم کیوں بے فکر ہو بیٹھے ہو۔ تم بھی بدترین انجام سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔ افسوس کہ تم نے بھی وہی روش اختیار کی جو پہلے لوگوں نے کی تھی۔ یعنی تم بھی انہی کی طرح لوگوں کو ورغلاتے رہے اور ذات باری تعالیٰ اور تقدیر جیسی بحثوں میں مگن رہے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۶۹﴾

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

منافقین کے سارے اعمال اکارت ہو گئے۔ اگر انہوں

نے دنیا میں کوئی نیکی کمائی تھی، کوئی خدمت خلق کا کام کیا تھا تو وہ بھی ضائع ہوگیا۔ انہیں کوئی دنیوی برکت اور اُخروی کرامت نصیب نہ ہوئی۔ رہا دنیاوی لذات پانے کا معاملہ تو وہ درحقیقت اُن کے حق میں استدراج اور عذاب تھا۔ آخر میں فرمایا، کہ یہی لوگ اصل میں خسارہ پانے والے ہیں کہ ان کی ساری کی ساری پلاننگ ناکام اور ساری کمائی برباد ہوگئی۔

اگلی آیت میں کفار و منافقین کو عہد گزشتہ کے مکذبین کے انجام بد کے حوالے سے ڈرایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝﴾

"کیا ان کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے؟ (یعنی) نوحؑ اور عاد اور ثمود کی قوم اور ابراہیمؑ کی قوم اور مدین والے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے۔ ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔"

کیا ان کفار و منافقین کے پاس پہلے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں کہ جنہوں نے کہ حق کی تکذیب کی تو اس کی پاداش میں غارت کردیے گئے۔ حق کو جھٹلانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ کو طوفان سے، عاد کو آندھی سے، ثمود کو صیحہ (چیخ) سے ہلاک کیا۔ اصحاب مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم چنگاڑ اور زلزلہ سے ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں صدوم اور عامورہ الٹ دی گئیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرعون اور نمرود ہر دور میں موجود رہے، جو حق کی تکذیب کرتے رہے اور نتیجتاً تباہ و برباد ہوئے۔ اللہ نے کفار قریش کو بتا دیا کہ دیکھو کہ ان سابقہ اقوام اور فرعون اور نمرود کی سطوت اور شان و شوکت کے مقابلے میں تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ یاد رہے کہ آج بھی فرعونوں اور نمرودوں کا تسلسل جاری ہے۔ جس کے پاس ذرا بھی اختیار و اقتدار یا دولت آجائے، وہ فرعون اور نمرود بن جاتا ہے۔ بہرحال اللہ نے بتا دیا کہ سابقہ جھٹلانے والی اقوام کا حشر نہ بھولو، اُن پر اللہ تعالیٰ نے عذابات بھیجے۔ معاذ اللہ، اللہ ظالم نہیں ہے کہ یونہی اُن لوگوں پر عذاب بھیج دیا، بلکہ وہ لوگ اسی لائق تھے۔ حق کی تکذیب اور شریعت سے انحراف کرکے وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے رہے۔ انہوں نے حق کے معاملے میں جب حد درجہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا، تو اس کے بعد ہی اللہ کا قانون عذاب حرکت میں آیا اور انہیں نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ لہٰذا تمہیں بھی اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف کا ذکر تھا۔ اب اُن کے مقابلے میں مومنین کی صفات ذکر کی گئیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مرض نفاق سے بچا رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾

آج ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمیں یہ سبق دیا جارہا ہے کہ رواداری ہونی چاہیے اور رواداری کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص برائی کرتا ہے، تو کرنے دو اُسے مت روکو، بلکہ برداشت کرو۔ یاد رکھیے، یہ رواداری نہیں۔ یہ طرزِ عمل اسلام کے سراسر خلاف اور ایمان کے یکسر منافی ہے

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

یعنی جس طرح منافق مرد اور عورتیں گناہ و منکرات میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اسی طرح مومن مرد اور عورتیں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ وہ دعوت خیر کے فروغ اور غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں ایک دوسرے کے سپورٹر ہیں۔ مردوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ عملاً میدان میں نکل کر دعوت دین اور جہاد و قتال میں شرکت کرتے ہیں جبکہ عورتوں کی طرف سے اُن کی معاونت یہ ہے کہ وہ مردوں کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں، بلکہ انہیں راہ حق میں نکلنے میں آمادہ کرتی ہیں۔ وہ گھر میں رہ کر بچوں کی تربیت کی ذمہ داری بااحسن طریق انجام دیتی ہیں، اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہی نہیں وہ اپنی اولاد کو بھی دین کے لیے جدوجہد اور قربانی پر تیار کرتی ہیں۔ عورتوں کا یہ کردار وہ ہے جسے ادا کرکے وہ مردوں کے برابر ثواب حاصل کرتی ہیں۔ اس حقیقت کی ایک بہت بڑی شہادت آنحضرت ﷺ کے زمانے کے ایک واقعہ سے بھی ملتی ہے۔ اسماء بنت زید انصاریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرنے آئی ہوں اور وہی رائے رکھتی ہیں جو میں گزارش کر رہی ہوں۔ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپؐ کی پیروی کی۔ لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والی اور گھروں کے اندر بیٹھنے والی ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہش نفس پوری کرلیں اور ہم ان کے بچے لادے لادے پھریں۔ مرد جمعہ و جماعت، جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے۔ وہ جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے گھربار کی حفاظت کرتی اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں، تو کیا اجر میں بھی ان کے ساتھ ہم کو حصہ ملے گا؟ آنحضرت ﷺ ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "کیا تم نے ان سے زیادہ بھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا ہو؟" تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر اقرار کیا کہ "نہیں یا رسول اللہ"۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اسماء رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اے اسماء! میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میرا یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا، اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے ان سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کیے ہیں۔" — حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

﴿یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

"وہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔"

مومن مردوں اور عورتوں کا کام کیا ہے؟ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، انہیں خیر و بھلائی کی دعوت دیتے اور دین کی طرف راغب کرتے ہیں۔ انہیں یہ یاد دلاتے ہیں کہ محض مسلمان گھرانے میں پیدا ہوجانے سے تم نجات نہیں پالو گے بلکہ جب اللہ کو اپنا رب اور آقا مانا ہے تو تمہیں اُس کے ہر ہر حکم پر تمہیں عمل بھی کرنا ہوگا — وہ صرف نیکی کا حکم ہی نہیں کرتے بلکہ برائیوں اور منکرات سے بھی روکتے ہیں۔ برائی اور منکرات کا فروغ شیطان کا کام ہے۔ وہ برائی کو مزین بنا کر پیش کرتا ہے۔ مومنین شیطانی ایجنڈے کی مخالفت کرتے ہوئے منکرات اور برائیوں کے سیلاب کے آگے بند باندھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ قرآن حکیم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کئی مرتبہ ذکر آیا ہے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر بکثرت ہوا ہے۔ نہی عن المنکر

کے حوالے سے وہ حدیث تو اکثر بیان کی جاتی ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا:

”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)۔ اور یہ (برائی کو دل سے برا جاننا) ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“ (مسلم شریف)

معلوم ہوا کہ برائی کے انسداد کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اُسے ہاتھ سے روکا جائے۔ اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کیا جائے۔ اگر اس کی استطاعت بھی نہیں تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ دل میں برائی سے نفرت ہو۔ اگر یہ نفرت بھی دل میں موجود نہیں، برائی پر کڑھن بھی نہیں ہوتی تو ایک روایت کے مطابق یہ ایمان سے مکمل محرومی کی علامت ہے۔ پھر تو رائی کے دانے کے برابر ایمان بھی دل میں موجود نہیں ہے۔

اندازہ کیجیے، ہمارے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کتنی اہمیت ہے۔ اگر برائی سے نفرت نہیں تو ایمان ہی کی نفی فرما دی گئی۔ افسوس کہ آج ذرائع ابلاغ پر ہمیں اس کے برعکس سبق دیا جا رہا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ رواداری ہونی چاہیے۔ اور رواداری کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص برائی کرتا ہے تو اُسے کرنے دو، اگر کوئی منکرات کو عام کر رہا ہے، تو اُسے مت روکو بلکہ اُسے برداشت کرو۔ فی زمانہ یہی ”کلچرڈ“ ہونے کی علامت بتائی جاتی ہے۔ اگر آپ برائی سے سمجھوتا نہیں کرتے اور منکرات کو ہاتھ اور زبان سے روکنا چاہتے ہیں، یا دل سے اُن سے نفرت کرتے ہیں تو پھر گویا آپ غیر متمدن ہیں، آپ انتہا پسند ہیں — یاد رکھیے، یہ روش ہرگز رواداری نہیں، یہ نری گمراہی ہے۔ رواداری کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ دوسروں کی مذہبی شخصیات کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ پیغمبر آخر الزمان، محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین ﷺ کا احترام کیا جائے۔ اُن کے بارے میں کوئی بھی شخص منہ سے کوئی نازیبا کلمہ نہ نکالے۔ غور کیجیے، یہ کتنی بڑی فکری واردات ہے کہ رواداری کے اصل مفہوم کا تو کوئی خیال ہی نہیں، ہاں اس بات کو رواداری کے منافی قرار دیا جاتا ہے کہ منکرات اور برائیوں کے خلاف آواز اُٹھائی جائے اور دوسروں کے غلط کاموں پر انہیں روکا جائے۔ اگر اِسی کا نام رواداری ہے تو یاد رکھیے، ایسی ”رواداری“ ایمان کے سراسر منافی اور روح اسلام کے یکسر خلاف ہے۔ منکرات کو روکنا تو ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر قانون کو ہاتھ میں لینا پسندیدہ نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ منکرات اور باطل نظام کے خاتمہ کے لیے قوت کو مجتمع کیا جائے، اور جب طاقت حاصل ہو جائے تو نظام باطل کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر صالح اسلامی نظام قائم کر دیا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے منکرات — اور سب سے بڑا منکر باطل نظام ہے — کے خاتمہ کے لیے اسی نہج پر جدوجہد کی۔ مکی زندگی کے تیرہ برس آپؐ دعوت و تربیت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آپؐ نے خانہ کعبہ میں رکھے 360 بتوں کو نہیں توڑا، اس لیے نہیں کہ یہ رواداری کا تقاضا تھا بلکہ اس لیے کہ آپ کے پیش نظر محض اُن بتوں کو پاش پاش کرنا نہیں تھا بلکہ پورے مشرکانہ نظام کو جڑ سے اُکھاڑنا تھا۔ آپؐ ابھی اس کے لیے حزب اللہ تیار کر رہے تھے۔ آپ کا منہج اِسی بات کا متقاضی تھا۔ اور جب حزب اللہ تیار ہوگئی تو آپ نے اُسے نظام باطل پر کوڑے کی صورت میں دے مارا۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد بدر و احد اور احزاب کے معرکے پیش آئے، یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور بالآخر اسلام غالب آ گیا۔ چنانچہ مشرکانہ نظام کو زمین بوس کر کے مرکز توحید کو بتوں کی آلائش سے پاک کر دیا گیا۔

﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝﴾

”اور وہ نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ وہ نیکی سے روکتے اور برائی کی دعوت دیتے تھے۔ اُن کی مٹھی بند تھی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اُن پر گراں گزرتا تھا۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت اُن پر بھاری تھی۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا اور اُن پر لعنت کی۔ اس کے برعکس معاملہ اہل ایمان کا ہے۔ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ پانچ وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ انہی اوصاف کے سبب وہ اللہ کی رحمت خصوصی کے امیدوار ٹھہرے۔ عنقریب اُن پر اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔

مومنین کی آخرت میں جزا کیا ہے؟ فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ﴾

”خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے)۔“

سچے اہل ایمان سے یعنی جو ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں، یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں جنت اور باغات عطا فرمائے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن میں اُن کے رہنے کے لیے صاف ستھرے مکانات ہوں گے۔ قرآن نے جنت کے تذکرہ میں باغات، عمدہ رہائش اور نہروں کا تذکرہ کئی مقامات پر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بالعموم دنیا میں انسان کو انہی چیزوں کی خواہش ہوتی ہے، ورنہ جنت کی نعمتیں تو ایسی ہیں کہ جن کو نہ تو کسی کان نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُن کا ذکر سنا اور نہ ہی کسی دل میں اُن کا خیال تک آیا ہے۔ پھر یہ کہ یہ نعمتیں دائمی ہوں گی۔ دنیا کے عالی شان محلات اور آسائشیں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن انسان سے چھن جاتی ہیں۔ جیسے ہی آنکھ بند ہوئی سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔ مگر جنت میں قیام اور وہاں کی نعمتیں دائمی ہوں گی۔ اُن کے چھوٹ جانے کا کوئی کھٹکا نہ ہوگا۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

”اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔“

جنت میں ہر قسم کی روحانی اور جسمانی نعمتیں تو ہوں گی ہی، سب سے بڑھ کر جو چیز حاصل ہوگی، وہ اللہ کی دائمی رضا ہوگی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا۔ جنتی لبیک کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا، اب تم خوش ہوگئے؟ جنتی جواب دیں گے کہ پروردگار خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا، جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اُس سے بڑھ کر چیز لینا چاہتے ہو؟ جنتی سوال کریں گے اے پروردگار اِس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ فرمائے گا، میں اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں، جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دائمی رضا نصیب فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

دُنیا کے محسنِ حقیقی ـــ محمد رسول اللہ ﷺ

شاہ وارث

حضور نبی کریم ﷺ کے نام سے آسمان اور زمین کی سب وسعتیں آشنا ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ آپؐ کا ذکر، آپؐ کی صفات اور آپؐ کے کمالات کا تذکرہ ہم سب کے لیے دلوں کی راحت اور ٹھنڈک کا باعث ہے۔ آپؐ کی ذات ہم سب کے لیے ہدایت کا بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ ہم سب کے رہنما ہیں اور دُنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں۔ جو شخص اس دُنیا میں اور آخرت میں کامیاب ہونا چاہتا ہے اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپؐ کی ذات کے ساتھ ایک گہرا تعلق پیدا کرے، آپؐ کی سیرت کا مطالعہ بار بار کرے اور ہر بار اس میں اپنی رہنمائی کے لیے، اپنے فائدے کے لیے سنہرے اُصول اور خوبصورت باتیں لیتا چلا جائے۔ آپؐ وہ ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کے اعزاز سے نوازا۔ آپؐ پر انسانیت کے نام ہدایت کا پیغام مکمل ہوا۔ ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو کہ پہلے انسان بھی تھے اور پہلے پیغمبر بھی، شروع ہوا اور آپؐ کی ذات پر اس کی تکمیل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں انسان کو پیدا کر کے بے سہارا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑا کہ وہ خود ٹھوکریں کھا کر ہدایت کا راستہ تلاش کرے بلکہ اس کی رہنمائی کے لیے وہ اپنی برگزیدہ ہستیاں دُنیا میں بھیجتا رہا۔ اس سلسلے کی آخری اور اہم ترین کڑی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپؐ پر نبوت اور رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ آپؐ خاتم النبیینؐ اور خاتم المرسلینؐ ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، کوئی رسول نہیں، کوئی پیغمبر نہیں۔ آپؐ پر ہدایت کامل ہو چکی ہے۔ اب انسان کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے، کیا درست ہے اور کیا غلط، کیا باطل ہے اور کیا حق، کیا سچ ہے اور کیا سچ نہیں، ان سب چیزوں کے فرق اور پہچان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولؐ کی ذات کو معیار بنایا۔

آپؐ مکہ معظمہ میں مبعوث کیے گئے۔ مکہ کی آبادی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد سے ہوئی، جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بچے کو لا کر بسایا۔ یہ بالکل بے آب و گیاہ وادی تھی۔ یہاں نہ پانی تھا اور نہ سبزہ تھا اور نہ ہی زندہ رہنے کے لیے کوئی اور ساز و سامان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے زم زم کی شکل میں پانی کا بندوبست فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا یعنی بیت اللہ شریف جسے ہم خانہ کعبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ گھر توحید کا ایک نشان تھا۔ اس گھر کو بنانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے بلایا۔ اس موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا، جو کہ ایک خوبصورت دعا کی شکل میں قرآن عظیم الشان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہے۔ فرمایا، اے میرے رب، ان لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما، جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، ان کا تزکیہ کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد دُنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اس شہر میں پھلتی پھولتی اور بڑھتی رہی، لیکن بعد میں ایک وقت ایسا آیا کہ توحید کا یہ مرکز خانہ کعبہ بتوں کے الائش سے بھر گیا۔

اڑھائی ہزار سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ دُنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ نے آ کر لوگوں کو ایک ہی رب کی عبادت کے لیے بلایا کہ اے لوگو، بتوں کی پرستش سے نکلو اور اس اللہ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، جو تمہارے رزق کا بندوبست کرتا ہے۔ لیکن ہٹ دھرم لوگوں کو آپؐ کی باتیں اچھی نہ لگیں۔ تیرہ سال تک آپؐ مکہ میں دن رات اللہ کا پیغامِ وحدانیت پہنچاتے رہے۔ اس دوران آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا لیکن آپؐ اللہ کے پیغام کو برابر عام کرتے رہے۔ آپؐ کو بڑی بڑی پیشکشیں کی گئیں، آپؐ پر دباؤ ڈالا گیا۔ لیکن آپؐ کسی دباؤ میں آ کر نعرہ حق سے پیچھے ہٹنے والے والے کب تھے۔ لہٰذا مخالفت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ ایک دن آپؐ کو اللہ کا پسندیدہ گھر اور محبوب بستی (یعنی مکہ شہر) چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ آپؐ نے اللہ کی خاطر سب کچھ چھوڑا اور مدینہ تشریف لے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تقریباً آٹھ سال بعد آپؐ واپس اپنے ساتھیوں سمیت ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور اللہ کے گھر خانہ کعبہ کو ہمیشہ کے لیے بتوں سے پاک کر دیا۔ آپؐ کے ہاتھوں اللہ کے دین کو جزیرہ نمائے عرب میں غلبہ حاصل ہوا۔ اب آپؐ کی حیثیت صرف داعی یا مبلغ کی نہیں بلکہ ایک حکمران اور ایک فرمان رواں کی ہو گئی۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو جس مقصد کے لیے دُنیا میں بھیجا تھا وہ مقصد حاصل ہوا۔ ''سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے'' کا عملی نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

آپؐ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپؐ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کی سلطنت دور دور تک اور معلوم دُنیا تک پھیل گئی۔ ہر رنگ و نسل اور ہر قبیلہ کے لوگوں کو مسلمانوں نے اپنے اندر جذب لیا۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شخص جن کو ان کے مخالفین مکہ میں رہنے دینے کو تیار نہیں تھے، آج دُنیا کے کونے کونے میں لوگ اللہ کے نام کے ساتھ اُن کے نام نامی کا ذکر کرتے ہیں۔ لاکھوں مسجدوں کے میناروں سے آپؐ کے نام کی صدا گونجتی رہتی ہے۔ اُس وقت سے لے کر آج تک آپؐ کے نام پر اتنے لوگوں نے نام رکھے ہیں کہ دُنیا میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ دُنیا میں آپؐ کا نام بڑی عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ کوئی بھی غیرت مند کلمہ گو آپؐ کی توہین برداشت کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے ایک والہانہ عشق میں مبتلا ہو اور

اپنے عمل اور قول سے یہ ثابت کرے کہ وہ حضور ﷺ کا نہ صرف اطاعت گزار ہے بلکہ آپؐ کی ہر ادا پر مرمٹنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم مستشرقین بھی آپ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک مثال امریکی مصنف مائیکل ایچ ہارٹ کی ہے۔ مائیکل ہارٹ نے 1978ء میں ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام تھا: The 100۔ مصنف نے دُنیا کے 100 بڑے لوگوں کے حالات زندگی کو جمع کیا اور اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے تاریخ انسانی کا رُخ بدل دیا۔ مائیکل ہارٹ نے ان سو میں پہلے نمبر پر محمد رسول اللہ کو رکھا ہے۔ یہ ہے آپؐ کی وہ عظمت جسے دُشمن بھی مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلاشبہ انسانی تاریخ پر آپؐ نے جو اثرات ڈالے وہ کسی اور نے نہیں ڈالے۔ نہ کسی مذہبی شخصیت نے اور نہ ہی کسی غیر مذہبی یا سیکولر شخصیت نے۔ آپؐ کے بارے میں مائیکل ہارٹ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

"He (Muhammad) was the only man in history who was supremely successful in both the religious and secular field."

”یعنی آپؐ تاریخ انسانی کی واحد شخصیت ہیں جو کہ زندگی کے مذہبی اور دنیوی (انفرادی اور اجتماعی) دونوں گوشوں میں انتہائی کامیاب رہے۔“

آپؐ نے انسانیت کو انسان پرستی سے نکال کر خُدا پرستی کا سبق دیا۔ توہمات سے نکال کر حقیقت پسندی سکھائی۔ مظاہر قدرت کی پوجا کرنے سے نکال کر ان چیزوں کے خالق و مالک حقیقی کی طرف متوجہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی آمد کو دُنیا والوں کے لیے سب سے بڑا احسان قرار دیا ہے۔ لہٰذا آپؐ پر ایمان لانا اور شعوری ایمان لانا انسانیت کے لیے ہدایت، کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے، اور آپؐ کا انکار اور توہین انسانیت کے لیے محرومی، تباہی اور خسارے کا ذریعہ ہے۔ ہم سب کے لیے یہ بات لازم ہے کہ ہم آپؐ کی ذات پر سچے دل سے ایمان لائیں، اور آپؐ کے مشن یعنی انسانیت کو دین اور قرآن کی طرف بلا کر ایک بنیانِ مرصوص بنائیں اور دین حق کے غلبے کے لیے اپنی جان و مال اور تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں، تا کہ ایک دفعہ پھر خلافت علی منہاج النبوہ کا نقشہ دُنیا کے سامنے آجائے۔

پریس ریلیز: 14/ جنوری 2011ء

پاکستان اسلامی فلاحی ریاست نہ بن سکا تو اپنی جغرافیائی حدود کا دفاع نہیں کر سکے گا

ناموسِ رسالت ایکٹ کے غلط استعمال کا پروپیگنڈا انتہائی غلط اور بے بنیاد ہے

حافظ عاکف سعید

توہینِ رسالت ایکٹ کے بارے میں یہ انتہائی غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا ہے کہ اِس کے غلط استعمال کا امکان ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ C-295 کے تحت مقدمہ درج ہونے سے پہلے پولیس کا ایک اعلیٰ عہدہ دار اس کی تحقیق کرتا ہے تب کہیں ملزم کے خلاف F.I.R درج ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چار ہزار مقدمات کے نتیجہ میں کسی ایک مجرم کی بھی سزائے موت پر عملدر آمد نہ ہونا اس کے درست اور صحیح استعمال کا واضح ثبوت ہے۔ انہوں نے توہین رسالت ایکٹ کے خلاف پوپ کی ہرزہ سرائی کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہمارے ملک کے داخلی سیاسی اور مذہبی معاملات میں براہِ راست مداخلت ہے لیکن غلامانہ ذہنیت کے حامل حکمرانوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ انہوں نے پوپ کو تنبیہہ کی کہ وہ آئندہ توہین رسالت ایکٹ کے بارے میں زبان کھولنے کی جرأت نہ کریں وگرنہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایک انتہائی بُری شہرت کے حامل شخص کو پنجاب کا گورنر بنا دیا گیا ہے۔ وہ اٹارنی جنرل اور وزیر اعظم کے مشیر کے عہدہ سے کرپشن کے الزامات کی وجہ سے برطرف ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے اخلاقی اور شرعی لحاظ سے بدترین لوگ ہم پر مسلط ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی فلاحی ریاست قائم نہ ہو سکی تو پاکستان اپنی جغرافیائی حدود کا دفاع نہیں کر سکے گا۔ ایسی صورت میں شکست و ریخت ہمارا مقدر ہوگی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

بانیٔ تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریک خلافت پاکستان

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے

سیرتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

پر پانچ فکر انگیز خطبات

فلسفہ دین میں نبوت و رسالت کا مقام و مرتبہ

نبی اکرم ﷺ پر تکمیل نبوت و رسالت کے مظاہر

انقلابِ نبویؐ کا مرحلہ اوّل کردار سازی کا نبویؐ طریق

انقلاب اسلامی میں باطل سے تصادم کا مرحلہ اوّل

انقلابِ اسلامی میں باطل سے تصادم کے مراحل

دو DVDs پر مشتمل پیک، قیمت 100 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-35869501-42-92+

ای میل: maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

مسلمانوں کے ساتھ مغرب کا رویہ

اور اُس کا تاریخی پس منظر

ضمیر اختر خان

عالم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مغرب کے موجودہ رویے سے ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔ اس کا اصل سبب تو مسلمانوں کا تنزل وزوال اور دنیا کی قیادت ورہنمائی سے کنارہ کش ہوجانا ہے۔ دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے پیغام ''ایمان برائے امن'' کو عام کیا جائے۔ اس کی بہترین صورت اسلام کا عالمی غلبہ ہے۔ بدقسمتی سے امت مسلمہ فی زمانہ اس ذمہ داری سے غافل ہے جس کا خمیازہ پوری دنیا کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ نے کوئی نصف صدی قبل ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' لکھ کر سارے عالم کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا، مگر اک طرزِ تغافل ہے جو برقرار ہے۔ اس وقت صورت احوال یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر تسلسل سے جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، ان کی وجہ سے مسلمان عوام، بالخصوص نوجوانوں میں مغرب کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اس نفرت کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ صرف دین دار نوجوانوں میں ہی نہیں ہے بلکہ وہ بھی اس میں شامل ہیں، جو ظاہری طور پر مغربی تہذیب کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ادھر مغرب کے سورماؤں کو مسلمان حکمرانوں کی صورت میں اپنے وفادار ملے ہوئے ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان طفیلیوں کی مدد سے عام مسلمانوں کو زیر کرنے میں بالآخر وہ کامیاب ہوجائیں گے۔ ظاہر ہے، یہ اہل مغرب کی خام خیالی ہے کہ وہ اس طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو دبانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یہاں تو ''یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے'' والا معاملہ ہوگا۔ البتہ مسلمانوں کو مغرب کے اس مخاصمانہ ومعاندانہ رویے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اصل وجۂ مخالفت سے آگاہی کے بعد مسلمانوں کے لیے آسان ہوگا کہ ان چالوں کو سمجھ سکیں۔ اس سے مسلمانوں کے پاس مغرب کی مخالفت کا اخلاقی جواز بھی ہوگا۔ ضروری ہے کہ اختصار کے ساتھ مغرب کے مخالف رویے کا تاریخی جائزہ پیش کیا جائے جس سے مخالفت کی اصل وجوہات کا تعین بھی بآسانی ہو اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے جو لائحہ عمل اسلام نے دیا ہے، اس کی بھی وضاحت ہوجائے۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مغرب سے کیا مراد ہے۔ اس سے ہماری مراد محض جغرافیائی خطہ نہیں ہے، بلکہ مغرب سے مراد ایک ایسی تہذیب اور ایک ایسا تمدن ہے جس کا سابقہ دنیائے اسلام سے تقریباً ڈھائی سو سال سے بہت گہرا ہے۔ اور آئندہ ایک طویل عرصے تک یہ سابقہ قائم رہنے کے شواہد و قرائن بھی موجود ہیں۔ یہ بنیادی طور پر بے خدا تہذیب ہے، جس کی پشت پر اصلاً یہودیت ''فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے'' اور تبعاً عیسائیت ہے۔ اس کے نمایاں خدوخال ہیں، سیکولر سیاسی نظام، سود پر مبنی معیشت اور بے حیائی پر استوار سماج ومعاشرت۔ اگر ان خود ساختہ اصولوں کو مغرب صرف اپنے تک محدود رکھتا، تب بھی یہ انسانیت کے لیے خطرناک ہوتے، لیکن مغرب نے ان کو ساری دنیا پر مسلط کرنا شروع کر دیا ہے اور اگر کہیں مدافعت کی کوشش ہو، تو اس کو اندھی طاقت سے کچل دیا جاتا ہے۔ گویا اس وقت مغرب کے پاس ایک طاقتور سیاسی ومعاشی ومعاشرتی نظام کے ساتھ ساتھ ایک پرکار تہذیب ہے، جسے وہ عسکری قوت سے دنیا پر لاگو کرنا چاہتا ہے۔ اس کے اس عالمی ایجنڈے کی راہ میں سوائے دین اسلام کے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں مغربی دانشور بخوبی جانتے ہیں کہ یہ محض محدود معانی میں مذہب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ زندگی ہے اور یہ اپنا غلبہ بھی چاہتا ہے۔ اس ضمن میں خیر القرون کا حوالہ ان کے سامنے ہے۔ چنانچہ موجودہ مغرب کا شجرۂ نسب اس نظام وتہذیب سے جڑ جاتا ہے، جس سے مسلمانوں کا واسطہ رسول ﷺ کے دورِ مبارک سے پڑ گیا تھا۔ رسول ﷺ نے نبویؐ فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے شر سے جزیرۃ العرب کو پاک کیا۔ دور خلافت راشدہ میں ان کو زیر کیا گیا اور جہاں ضرورت پڑی طاقت کا استعمال بھی کیا گیا مگر اس طرح نہیں جس طرح مغربی تہذیب کے علمبرداروں نے آج تورابورا، گوانتاناموبے اور ابوغریب میں کیا یا امت مسلمہ کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ساتھ کیا۔ مسلمانوں کے دورِ عروج میں اس طرح کے مظاہرے کبھی نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ اسلام میں تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیا گیا ہے۔ ساری مخلوق تک اللہ کا پیغام پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس پیغام کو جو قبول نہیں کرتا، اسلام اس پر جبر نہیں کرتا، مگر جو نہ خود قبول کرے اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دے، اس کا علاج اسلام طاقت سے کرتا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو جب غلبہ وتمکن عطا فرمایا تھا تو انہوں نے بلا امتیاز شرق وغرب تمام انسانوں کو علم کے نور سے منور کیا تھا۔ مغرب کی سائنسی علوم میں ترقی مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مغرب نے احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا برملا اعتراف کبھی نہیں کیا۔

مغرب اور مسلم دنیا کی موجودہ کشمکش کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے، تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اصل مسئلہ کیا ہے جس کے گرد یہ تہذیبی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ ماضی وحال دونوں کے تجزیے سے جو بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کو رسول ﷺ کی ذات گرامی اور خاص طور پر آپؐ کی رسالت سے دشمنی ہے۔ وہ یہ بات آج تک ہضم نہیں کر پائے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ بھی کسی کو نبوت ورسالت مل سکتی ہے۔ یہ حقیقت تاریخی طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی آمد سے قبل یہود ونصاریٰ آخری رسول کے منتظر تھے۔ ساتھ ہی وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہی ہوگا مگر جب اللہ نے اپنے مطلق اختیار ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

(سورۃ الانعام:124) سے آخری رسالت کے لیے بنی اسماعیل کو منتخب فرمایا تو ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ مایوسی کے عالم میں نبی ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ اس مخالفت میں شدت اس وقت آئی جب تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد ان کی اسلام کے خلاف سازشیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ان کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کبھی بھی نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس حوالے سے واشگاف انداز میں بتلا دیا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ (المائدۃ:51) ”اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔“ اس سے پہلے حضور ﷺ کو بھی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ ﴿وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ:120) ”اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو“ گویا اصل مسئلہ (Core issue) یہ ہے کہ ”کیا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟“ غار حرا میں پہلی وحی آنے کے بعد، یہی سوال نزاع وجدال کا اصل موضوع تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اس وقت بھی انسان اسی بات کے ماننے اور نہ ماننے کی بنا پر دو کیمپوں میں تقسیم ہوگئے تھے، اور ان کے جواب نے قوموں کے مقدر اور تاریخ وتہذیب کے رخ کا فیصلہ کر دیا تھا، آج بھی اسی سوال پر انسانیت کے مستقبل کا مدار ہے۔ یہ کشمکش تو ازلی و ابدی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس سے گھبرانا نہیں ہے ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

مغرب کے معاشی، سیاسی اور تزویراتی (Strategic) مفادات کا مسئلہ بھی یقیناً اہم ہے، لیکن مفادات کے تنازعات تو امریکہ، یورپ، جاپان، چین اور روس کے درمیان بھی ہیں، ان کی بنا پر ان کے درمیان مستقل دشمنی اور ایک دوسرے کی بربادی کے منصوبے ومشورے نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مفادات ان لوگوں کے پاس ہیں، اور ان علاقوں میں واقع ہیں جن میں محمد ﷺ کے نام لیوا بستے ہیں، اور وہ آپؐ کے دین کے لیے مرنے کو زندگی سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اس مسئلے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمان مغرب کے رویے کے حوالے سے یکسو نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک گروہ مسلمانوں کو ہی مغرب کے منفی رویے کا سبب قرار دے کر انہیں ہی مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ ان کے نزدیک مغرب اپنی مادی ترقی و برتری کے باعث اس لائق ہے کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اس لیے مسلمانوں کو مادی مفادات کے لیے مغرب سے بنا کر رکھنی ہے۔ ورنہ وہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اسی فکر کا عملی مظہر یہ ہے کہ فی الوقت مسلمانوں کے جدید پڑھے لکھے طبقے نے جو اپنے آپ کو ایلیٹ سمجھتا ہے، مغربی افکار و نظریات کو حرز جاں بنا لیا ہے۔ اس کا سبب مغرب کی سائنسی ترقی ہے جس نے بڑے بڑوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلمانوں کے اس طبقے میں الا ماشاء اللہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ملحدانہ نقطۂ نظر اور مادہ پرستانہ طرز فکر سرایت کرتا چلا گیا ہے اور ان کے ہاں خدا کے بجائے کائنات توجہات کا مرکز بن گئی ہے، روح کے بجائے مادی جسم وجان اہمیت اختیار کر گئے ہیں، حیاتِ اُخروی کے مقابلے میں حیاتِ دنیوی ہی اصل ومقدم قرار پائی ہے۔ یہ اسی کا منطقی انجام ہے کہ اگر کوئی انہیں یہ کہہ کر ڈرائے کہ تم ہمارا ساتھ دو ورنہ ہم تمہیں پتھر کے زمانے (Stone age) میں پہنچا دیں گے، تو وہ اپنی دنیا کے لٹنے کے ڈر سے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور بھرپور بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیں گے۔ دوسرا گروہ جو یہ سمجھتا ہے کہ مغرب ان کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے وہ بھی مغرب کی اصل چال سے واقف نہیں ہے۔ اس وقت مغرب کی اصل چالاکی یہ ہے کہ وہ اسلام کی براہِ راست مخالفت نہیں کرتا بلکہ رسول ﷺ کی شخصیت کو نام نہاد آزادیٔ رائے کی آڑ میں نشانہ بناتا ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو، چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، ایک بنیادی نکتے پر متفق ہو کر مغرب کا مقابلہ کرنا ہوگا، جس طرح قرن اوّل میں نبی ﷺ کی قیادت میں اور خلفائے راشدین کی سرکردگی میں کیا تھا۔ وہ ایک نکتہ (One point agenda) رسول ﷺ کی رسالت کی طرف دعوت ہے۔ ہمارے کرنے کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ ہم دعوت الی الرسول ﷺ کو اپنے ایجنڈے پر سرفہرست رکھیں۔ آج کے تہذیبی معرکے میں رسالت محمدی ﷺ کے مسئلے کو جو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے، اس کا ادراک ان سب کو ہونا چاہیے، جو دین سے محبت رکھتے ہیں، جو غلبۂ دین کی تمنا رکھتے ہیں یا اس کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں جو حکمت عملی طے کی جائے، اُس کے حوالے سے اگر درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ ترجیحات کے تعین میں آسانی ہوگی:

1۔ ہمارا دور اگرچہ عہد نبوی ﷺ سے تقریباً چودہ صدیوں کے فاصلے پر ہے، اور ہم جن تمدنی احوال و ظروف میں اسلامی نظام حیات اور اس کے غلبے کے لیے کوشاں ہیں، یہ اس عہد سے بہت کچھ مختلف ہیں، لیکن یہ دور ہے اسی عہد نبوی کا حصہ وتسلسل۔ کیونکہ نبی ﷺ قیامت تک ساری انسانیت کے لیے نبی ورسول بن کر تشریف لائے ہیں، اس لیے آپ ہماری اکیسویں صدی کے لیے بھی اسی طرح رسول ہیں، جس طرح چھٹی صدی کے لیے تھے۔

2۔ رسول کی موجودگی میں دعوت اسلام اور جاہلیت کے درمیان جو تہذیبی کشمکش برپا ہوتی ہے، اس میں رسالت کی طرف دعوت کو اولین اور فیصلہ کن مقام حاصل ہوتا ہے۔ درجے کے لحاظ سے ایمان باللہ، اسلامی زندگی کا مرکز وروح ہے، اسے سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے اور رسالت کا مدعا وہی ہے۔ لیکن ترتیب کے لحاظ سے ایمان بالرسالت کی حیثیت اولین اور فیصلہ کن ہے۔ انسان، محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہے، تب ہی وہ اللہ اور ہر دوسری چیز تک پہنچتا ہے۔ ایمان باللہ وہی حق اور معتبر ہے جس کی تعلیم حضور ﷺ نے دی، اور یہ اس لیے ہے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔

3۔ ایمان بالرسالت اس معنی میں بھی فیصلہ کن ہے کہ اللہ کی طرف سے نصرت، نجات اور غلبے کا وعدہ، رسولوں سے اور ان لوگوں سے ہے جو رسول مبعوث پر حقیقی معنوں میں ایمان لائیں، تن، من، دھن سے آپؐ کے پیچھے چلیں۔ بفحوائے آیات بینات ”اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا“۔ (الصّٰفّٰت:171 تا 173)

4۔ ازل سے جو معرکہ چراغ مصطفویؐ اور شرار بولہبی کے درمیان برپا ہے، اور جو آج اسلام اور مغرب کے درمیان تہذیبی جنگ کی صورت اختیار کر رہا ہے، وہ دراصل انسانوں کو زیر کرنے کا یا اُن کے دل اور زندگیاں جیتنے کا

معرکہ ہے۔ دل فتح ہوں گے تو دین کا غلبہ بھی ہوگا۔ قوت سے زمین فتح ہوسکتی ہے، اموال فتح ہوسکتے ہیں، سیاسی اقتدار پر قبضہ ہوسکتا ہے، مگر زندگیاں فتح نہیں ہو سکتیں اور دلوں پر قبضہ نہیں ہوسکتا۔ دلیل سے موافقت اور حمایت حاصل ہوسکتی ہے، مگر یکسوئی، لگن اور جان بازی اور سرفروشی نہیں۔ دل جیتنے کا راستہ صرف ایک ہے: لوگ رسالت محمدیؐ کی صداقت پر ایمان لے آئیں، آپؐ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ دے دیں، اپنے دل آپؐ کی محبت سے بھر لیں۔ آپؐ کی اطاعت و محبت اور آپؐ پر اعتماد و یقین سے سرشار ہوکر آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ پہلے بھی لوگوں کے دل اسی طرح فتح ہوئے تھے، تہذیبی جنگ اسی طرح جیتی گئی تھی، آج بھی اسی طرح فتح ہوں گے، اور اسی طرح جنگ جیتی جاسکے گی۔ ان شاءاللہ

اس مرحلے پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ رسالت محمدی ﷺ کی طرف دعوت پر سب لوگوں کا ردعمل یکساں نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ آپؐ کی رسالت پر ایمان لے آئیں گے اور زیادہ تر ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ نبی ﷺ کے اپنے عہد مبارک میں بھی ہوا۔ البتہ جو خوش قسمت آپؐ کی رسالت پر ایمان لے آئیں، ان پر لازم ہے کہ آپؐ کی خلوص دل سے مکمل پیروی کرتے ہوئے غلبۂ اسلام کی جدوجہد کریں۔ جب تک مناسب طاقت مہیا نہیں ہوتی، دعوت وتبلیغ کا کام بذریعہ قرآن کرتے رہیں۔ اپنے ایمان واعمال کو رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالتے رہیں۔ اس راہ کی ساری مشکلات کو برداشت کرتے رہیں۔ اپنے آپ کو نظم (Discipline) کا خوگر بنائیں۔ اپنی روحانی واخلاقی تربیت کا اس طرح اہتمام کریں کہ صحابہ کرامؓ سے کسی درجے مشابہت ہونے لگے۔ مادی پہلو سے تیاری کا معیار، ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (سورۃ الانفال:60) کو پیش نظر رکھتے ہوئے، حاصل کریں۔ وقت آنے پر باطل سے ٹکرا جائیں، اور اللہ کے وعدے کے مطابق کامیابی حاصل کریں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے ان سے جو تم میں ایمان واعمال صالحہ کے حامل ہوں گے کہ وہ انہیں لازماً زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ اور یہ بھی کہ ''تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہوئے۔'' اور ''یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں''۔ اللہ ہمیں اس کا یقین عطا فرمائے۔ آمین

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ مسجد جامع القرآن مین سیٹلائیٹ ٹاؤن روڈ سرگودھا (نزد منیر ہسپتال) میں

مبتدی تربیتی کورس

6 تا 12 فروری 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء وامراء تربیتی ومشاورتی اجتماع

11 تا 13 فروری 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: ڈاکٹر رفیع الدین 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی | برائے رابطہ: (042)36316638-36366638 0333-4311226

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق تنظیم کاشف امان کے والد علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

تنظیمی اطلاعات

حلقہ باولنگر کی مقامی تنظیم ہارون آباد میں محمد شفیق کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ بہاولپور بہاولنگر کی جانب سے مقامی تنظیم ہارون آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 جنوری 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد شفیق کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم راولپنڈی کینٹ میں رؤف اکبر کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم راولپنڈی کینٹ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مشورے کے بعد جناب رؤف اکبر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ایک محاذ یہ بھی ہے!

مسز خالد

دنیا کو درپیش جنگیں روایتی محاذوں کے ساتھ ساتھ اب بہت سے نئے محاذ لیے ہوئے ہیں۔ ان میں نفسیاتی محاذ کے ساتھ ساتھ جدید انقلابی ٹیکنالوجی کی حامل سائبر وار ہے۔ گولی اور راکٹ کا نقصان وقتی ہوتا ہے لیکن الفاظ کی بمباری پُر اثر، مہلک اور برسوں تک برقرار رہتی ہے۔ یہی الفاظ جب نیٹ کا سہارا لیں تو ان کی تباہی کئی ہزار گنا مہلک ثابت ہوتی ہے۔

دنیا میں اسلام یعنی امن و سلامتی کے دشمن روزِ اول سے اسلام کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کی یکجہتی کو قائم و دائم رکھنے کا واحد ذریعہ قرآن و سنت ہے، جو ہمیشہ یہود کی مکارانہ سازشوں کا ہدف بنتے رہتے ہیں۔ سائبر ٹیکنالوجی جہاں مادی ترقی اور انسانی فلاح و بہبود کے میدان میں بے پناہ کام کر رہی ہے وہاں اس سے شیطانی اور دجالی خدمات بھی لی جا رہی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کو متنازع بنانے کے لیے ''فتنہ'' نامی فلم ریلیز کی گئی اور رسول اکرم ﷺ کی توہین کرنے کے لیے توہین آمیز کارٹون کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ دس ہزار ویب سائٹس مختلف اسلامی ناموں سے اسلام کو بدنام کرنے کی مہم چلا رہی ہیں۔ مصنوعی قرآن، خودساختہ احادیث اور من گھڑت تاریخی افسانوں کو اسلام کے نام پر ویب سائٹس پر ''اپ لوڈ'' کیا گیا ہے۔ مثلاً

IslamReview.com
alislam.org
rashadkhalifa.org
submission.org
answering-islam.org
thequran.com
islam-watch.org
www.jihadwatch.org

انٹرنیٹ پر آن لائن کتابیں بیچنے والی مشہور ویب سائٹ amazon.com میں بھی بڑی تعداد میں ایسی کتابیں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں انٹرنیٹ پر دستیاب mobile applications میں قرآن پاک اور اُس کے مختلف زبانوں میں تراجم موجود ہیں جن کے بارے میں بھی کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ آیا وہ تراجم صحیح ہیں یا نہیں۔ اِن applications کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے۔ ایسی ویب سائٹس دو ارب ڈالر سے بھی زیادہ سرمایہ خرچ کر کے بنائی گئی ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کے لیے صرف 200 ویب سائٹس ہیں جن کی لاگت چند لاکھ ڈالر سے زیادہ نہیں۔ جامعۃ الازہر کی طرف سے مسلمانوں کو اس میدان میں کودنے کی دعوت دی گئی اور یہ فتویٰ بھی جاری ہوا کہ مسلمانوں پر ''الیکٹرانک حملوں'' کا جواب دینا فرض ہے۔

دس ہزار ویب سائٹس مختلف اسلامی ناموں سے اسلام کو بدنام کرنے کی مہم چلا رہی ہیں۔ مصنوعی قرآن، خودساختہ احادیث اور من گھڑت تاریخی افسانوں کو اسلام کے نام پر ویب سائٹس پر ''اپ لوڈ'' کیا گیا ہے

مسلم نوجوان، جن کی ذہنی و جسمانی خدمات کے بل بوتے پر آج یورپ و امریکہ ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں، جب اس میدان میں کود پڑے تو نتیجہ وہی نکلا جو حق و باطل کے معرکے میں سامنے آتا ہے۔ جب ہالینڈ کے بدطینت رکنِ پارلیمنٹ کی فلم ''فتنہ'' ریلیز ہوئی تو سعودی عرب کے ''سنائپر ہاکس'' نامی گروپ نے ہالینڈ کے مرکزی ڈیٹا سنٹر پر الیکٹرانک حملہ کر کے ایک ہی وار میں 55 ویب سائٹس تباہ کر دیں۔ جیلنڈز پوسٹن نامی اخبار کے شائع کردہ توہین آمیز خاکوں کے جواب میں مسلمانوں نے ان کی ویب سائٹ ہیک کر کے وہاں اسلامی ویڈیوز رکھ دیں اور فرنٹ پیج پر اس گستاخ شخص کا کارٹون خنزیر کی شکل کا دکھایا۔ اس واقعے کے بعد اخبار نے باقاعدہ طور پر عربوں سے معذرت کی۔ zgdream.com کو بھی حماس کے کمپیوٹر ماہرین نے ہیک کر لیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس بھرپور حملے کے بعد ''ٹائمز'' نے لکھا کہ مسلمانوں نے ڈنمارک کی 580 سائٹس تباہ کر دیں اور کہا کہ ایسا واقعہ ڈنمارک کی تاریخ میں اس سے قبل پیش نہیں آیا۔

حق و باطل کی یہ جنگ جب 2010ء میں داخل ہوئی تو مزید شدت اختیار کر گئی۔ انٹرنیٹ پر خاکوں کے ایک مقابلہ کا اعلان کر دیا گیا اور دنیا بھر کے شیطانوں کو دعوت دی گئی کہ سید الانبیاء ﷺ کے خاکے بنائیں۔ facebook نے جب اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنا پلیٹ فارم مہیا کرنے کا اعلان کیا تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے احتجاجاً اس کا استعمال ترک کر کے صرف دو دن میں اسے دو بلین یورو کا نقصان پہنچایا۔ پاکستان میں لاہور ہائی کورٹ نے فیس بک اور یوٹیوب پر غیر معینہ مدت کے لیے پابندی لگا دی۔ سائبر واریئر نامی ترک مسلم ہیکرز نے عین نتائج والے دن اس سائٹ کو ہیک کر کے کفر کے عزائم کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔

غزہ کے محاصرے کے سلسلے میں اسرائیل کے خلاف احتجاج میں بھی جنگ کا یہ محاذ سرگرم عمل رہا۔ محاصرین کی امداد کے لیے جانے والے فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیل کے حملے کے بعد ترک مسلم ہیکرز نے وزارتِ دفاع سمیت اسرائیل کی 13 ہزار سے زائد ویب سائٹس تباہ کر دیں۔ ہیکرز نے یرغمالیوں اور زخمیوں سے اظہارِ یکجہتی کے ساتھ ساتھ غزہ محاصرہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ ویب سائٹس پر حملہ کرنے والے گروپس میں ترک ہیکرز، غزہ ہیکرز، پیس سولجرز اور ایم ڈی ایکس

سرفہرست ہیں۔

وقت کے بدلتے تقاضوں کے ساتھ ساتھ کفرو اسلام کے درمیان جنگ جاری رہے گی اور نوجوانوں کو اس نئے محاذ سے بھرپور مقابلے کی دعوت دیتی رہے گی، یہاں تک کہ کل روئے ارضی پر کفر کے مٹ جانے اور حق کے غالب آ جانے کی پیشین گوئی پوری ہو جائے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ

دعائے مغفرت کی اپیل

- رفیق تنظیم حلقہ کراچی جنوبی جناب قیصر سلیم کی ہمشیرہ وفات پاگئیں
- حلقہ لاہور کی تنظیم لاہور وسطی کے ملتزم رفیق محمد احمد کے کزن انتقال کر گئے
- حلقہ لاہور کی تنظیم شیخوپورہ کے ملتزم رفیق اسماعیل طاہر کی خالہ انتقال کر گئیں
- حلقہ لاہور کے معاون معتمد حافظ وقاص احمد کے ماموں زاد بھائی انتقال کر گئے
- رفیق تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کاشف امان کے تایا وفات پاگئے
- ہارون آباد کے رفیق تنظیم شبیر احمد انصاری کا بیٹا انتقال کر گیا
- اسرہ مروٹ حلقہ بہاولنگر کے رفیق محمد صفدر کے والد وفات پاگئے
- اسرہ چک 82/5-R حلقہ بہاولنگر کے رفیق اللہ دتہ کے والد انتقال کر گئے
- حلقہ کراچی شمالی کے رفیق محمد حنیف سیماری کی خوشدامن وفات پاگئیں
- حلقہ کراچی جنوبی کے ناظمِ دعوت محمد عابد خان کی خواہر نسبتی انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حساباً یسیراً

ooo

ان شاء اللہ العزیز

اب قرآن اکیڈمی فیصل آباد میں بھی

رجوع الی القرآن کورس

(صرف مرد حضرات کے لیے) کا انعقاد کیا جا رہا ہے

دورانیہ: 14 فروری تا 27 اگست 2011

اوقاتِ تدریس: صبح 8 بجے تا 1 بجے بعد دوپہر

کورس میں شرکت کے لیے تعلیمی معیار: گریجویٹ

(جسمانی طور پر فٹ حضرات کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں)

انٹرویو: 11 فروری صبح 9 بجے

ہوسٹل کی سہولت موجود ہے

تفصیلات اور داخلہ فارم حاصل کرنے کے لیے

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد

041-8520869
03217805614
03017086113

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم بی کام، ایم اے اسلامیات، الہدیٰ سے ایک سالہ کورس اور درس نظامی (آخری سال) کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے جو درس و تدریس میں لڑکی کا معاون و مددگار رہو۔ لاہور میں رہائش پذیر گھرانے کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0315-4098901

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4333438

☆ خاتون (مطلقہ) عمر 40 سال، دو بیٹیاں (عمریں 15 اور 14 سال) ہمراہ ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ 0333-3016013/0332-2100751

☆ چغتائی فیملی کو اپنی خوبرو و خوب سیرت بیٹی عمر 21 سال، تعلیم BS مساوی MSc (ریاضی) صوم و صلوٰۃ کی پابند، دینی مزاج کی حامل کے لیے 22 سے 27 سال کی عمر، مساوی تعلیم کا حامل، دیندار، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ تنظیم اسلامی سے تعلق اور لاہور یا اس کے قرب و جوار میں سکونت قابل ترجیح ہوں گے۔

برائے رابطہ: 0321-4770587

قانونِ ناموسِ رسالت

حقائق و پروپیگنڈا

انصار عباسی

کہا جاتا ہے کہ ناموس رسالت کا قانون جنرل ضیاء الحق نے بنایا۔ یہ بھی پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قانون کے متعلق کئی اور شکوک و شبہات بھی پیدا کیے جارہے ہیں۔ اس تناظر میں اس حوالے سے محترم محمد اسمٰعیل قریشی جنہوں نے ایک طویل جدوجہد اور قانونی جنگ کے بعد اس قانون کو موجودہ شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا، کی کتاب ''ناموس رسول اور قانون توہینِ رسالت'' سے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جو اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک کو دور کرنے میں مدد دیں گے۔

''اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لئے سازشوں کا جال سارے ملک میں بچھا دیا۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعہ یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کردیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک کمیونسٹ ایم (مشتاق) راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رسالت اور اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ اس کی خدمات روس کی حکومت نے حاصل کی ہوئی تھیں۔

ایم راج نامی ایک کٹر کمیونسٹ ایڈووکیٹ نے 1983ء میں Heavenly Communism (آفاقی اشتمالیت) ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی............ میں نے کتاب پڑھنا شروع کی۔ جیسے جیسے کتاب پڑھتا گیا، میری قوت برداشت جواب دیتی چلی گئی، مجھ پر غم و غصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ دینی پیشواؤں کو ''مذہبی شیطان'' کہا گیا، انبیائے کرام علیہم السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کا اجلاس طلب کیا............ سب علماء کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے، لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کرلے اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کردیا جائے، تاکہ آئندہ کسی بھی بدبخت کو اہانت رسول کی جرأت نہ ہوسکے......

پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریئے لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا اور جناب شیخ غیاث محمد، سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت اور ارتداد کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت (ضیاء حکومت) نے اس نازک مسئلہ کو مستحقِ توجہ نہ سمجھا، لہٰذا راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنرز کے خلاف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل، ایڈوکیٹ جنرل، صدر لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان اور نمائندہ شہریوں کو شامل کرکے شریعت پٹیشن نمبر L/1984 A ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا۔ عدالت نے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کردیئے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کے لئے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے، جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔ اس پٹیشن میں سابق جج لاہور ہائیکورٹ جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق بحیثیت مدعی ہمارے ساتھ شامل تھے، جبکہ حکومت کی طرف سے ان کے صاحبزادے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے، جو اس وقت جسٹس رمدے ایڈووکیٹ جنرل تھے، پیش ہوئے۔ میں نے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس تاریخی مقدمہ میں باپ، بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ لائق بیٹے نے شریعت پٹیشن کی مکمل طور پر حمایت کی اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی تائید میں دلائل پیش کئے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس درخواست شریعت کو منظور کرلیا جائے۔ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے، جو حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے، ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے، لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں...... بہرحال فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔

اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ جولائی 1984 میں ایک خاتون ایڈووکیٹ، جن کے شوہر ایک بڑے صنعتکار اور سرمایہ دار قادیانی ہیں، انہوں نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے، جس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پٹیشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبے سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295-C کا بل پیش کیا،

جس کی رو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی۔ مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہوسکی، البتہ وزیر قانون اقبال احمد خان کی طرف سے اس بل میں ترمیم کی کردی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح دفعہ C-295 کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کردیا گیا، لیکن اس سے راقم الحروف مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علمائے کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لیے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں C-295 کو راقم نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کردیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر رہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معاونت کی دعوت دی گئی۔

.... علمائے کرام کے علاوہ حکومت پنجاب کی جانب سے جناب خلیل الرحمٰن رمدے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، جو اب سپریم کورٹ کے آنریبل جج ہیں، حکومت سرحد کی جانب سے جناب جسٹس محمد اجمل میاں، جو اس وقت سپریم کورٹ کے فاضل جج ہیں، سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل صاحبان نے بھی ہمارے موقف کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ ملک کے ممتاز اسکالر مولانا سید محمد متین ہاشمی اور جناب ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کے اسلامی احکام سے منافی ہونے کے بارے میں مؤثر دلائل پیش کئے۔ سندھ کی حکومت نے بھی شاتم رسول کی سزا، سزائے موت کو تسلیم کیا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف تھا کہ سزا کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے فی الفور قتل کیا جائے۔

.... بالآخر وہ ساعت سعید بھی آگئی جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر، اس گدائے شہہ عرب وعجم کی، پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ C-295 سے حذف کیا جائے، جس کے لئے حکومت کو 30 اپریل سال 1991ء تک مہلت دی گئی۔ اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو کہ نفاذ اسلام اور قرآن وسنت کے قانون کی بالادستی کا منشور لے کر برسر اقتدار آئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کردی۔ جس پر راقم نے وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ اس انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف مشتعل ہوجائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیراعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف نے توجہ مبذول کرانے پر فوری اور بروقت نوٹس لیا اور برسرعام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہیں ہوسکتی تھی، اگر اس جرم کی سزا، سزائے موت سے بھی سنگین تر ہوتی تو ہم اسے بہرصورت نافذ کرتے۔ چنانچہ ان کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی گئی جو بوجہ دستبرداری خارج ہوگئی۔ جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہوگیا۔ اس طرح نہ صرف عاجز، مرحومہ آپا نثار فاطمہ اور مولانا سید محمد متین ہاشمی مرحوم کی بلکہ پوری امت مسلمہ کی دلی آرزو پوری ہوئی۔ اس فیصلہ کی بدولت حضور رسالت مآب ﷺ کی ایک ایسی سنت تازہ ہوئی جس پر تمام مسلمانوں کے ایمان کا دارومدار ہے۔ جس کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ کے فاضل چیف جسٹس جناب گل محمد خان مرحوم اور ان کے تمام رفقاء جج حضرات بھی پوری امت مسلمہ کی جانب سے مستحق مبارکباد ہیں۔

> مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے

.... اسلامی قانون تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سنگین سزا مقرر ہے، اسی قدر کڑی شرائط بھی اس کے ثبوت کے لئے درکار ہیں۔ چنانچہ حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے۔ حدود کی سزا کے لئے ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں.......... حد کی سزا کا ایک بنیادی رکن ملزم کی ''نیت'' ارادہ اور ''قصد'' ہے۔ ایسی تحریر یا تقریر جو انبیائے کرام علیہم السلام یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی نیت سے قصداً ہو تو اسے قابل مواخذہ جرم قرار دیا جائے گا۔

.... اس کے علاوہ ''شک'' کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا ماخذ بھی وہ حدیث مبارک ہے، جس میں حکم دیا گیا ہے: ''حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بناء پر ختم کیا جائے۔'' سال 1991ء سے اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد سے آج تک کسی ایک شخص کو پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ نے قانون توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت نہیں دی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ان تمام لوگوں کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے جن کے خلاف فرد جرم ثابت نہ ہو، ورنہ سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد 1860ء میں جب برطانوی حکومت نے ہندوستان میں قانون توہین رسالت کو منسوخ کیا تو اس کے بعد مسلمان سرفروشوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخان رسول کو قتل کرکے کیفر کردار تک پہنچاتے رہے..... قانون توہین رسالت کے پاکستان میں نافذ ہوجانے کے بعد اب اس کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کے بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آگیا، جو تمام حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی ملزم کو مستوجب سزا قرار دے گی۔

.... مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح اور دیگر انبیاء علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں ان کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبروں کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، اس لئے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔''

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیمِ اسلامی اسرہ ملتان کینٹ کے زیرِ اہتمام فہمِ دین پروگرام

تنظیمِ اسلامی اسرہ ملتان کینٹ کے زیرِ اہتمام 18 دسمبر 2010 کو بعد نمازِ مغرب فہمِ دین پروگرام ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز نقیب اُسرہ جناب سلیم اختر کے درسِ قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الرعد کی آیات 19 تا 24 کی تلاوت کی، اور فکرِ آخرت پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ جولوگ اپنے نفس کو اللہ کے احکامات کا غلام بنالیتے ہیں وہی اولوالالباب کہلاتے ہیں اور آخرت میں فلاح پاتے ہیں۔ اور جولوگ اپنی زندگی کو نفسانی خواہشات کا غلام بنالیتے ہیں اُن کے لیے آخرت میں ہلاکت اور بربادی ہے۔ درسِ قرآن کے بعد عدنان جمیل قریشی نے ''نجات اور ہلاکت کی راہیں'' کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کی اُخروی نجات صرف اور صرف اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ درسِ حدیث کے بعد عمر کلیم خان نے فکرِ آخرت کے موضوع پر ایک فکر انگیز مضمون پڑھا اور احادیث کی روشنی میں دنیا کی بے وقعتی کو واضح کیا۔ اس کے بعد بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ مرحوم ومغفور کا ویڈیو خطاب حاضرین نے ملاحظہ کیا، جس کا عنوان تھا: ''آپ تنظیم میں کیوں نہیں'' خطاب سے حاضرین میں اقامتِ دین کی جدوجہد کا نیا جذبہ بیدار ہوا۔

بعدازاں نقیب اُسرہ نے اجتماعی دعا کروائی۔ دعا کے بعد حاضرینِ محفل کو کھانا پیش کیا گیا۔ اِس دعوتی پروگرام میں قرب وجوار سے تقریباً 12 رفقاء اور 48 احباب نے شرکت کی۔ اجتماعی کھانے کے بعد یہ باوقار محفل جزوی طور پر اختتام پذیر ہوئی۔ 8 رفقاء نے رات کو مسجد میں قیام کیا۔ تہجد کے وقت نقیب اسرہ نے رفقاء کو جگایا۔ نوافل ادا کرنے کے بعد انہوں نے قیام اللیل کے ثمرات اور داعی کا کردار بارے بہت مفید اور مفصل گفتگو کی۔ بعد نمازِ فجر عدنان جمیل قریشی نے سورۃ البقرہ کی آیات 130 تا 141 کی روشنی میں درسِ قرآن دیا۔ درسِ قرآن کے بعد تمام رفقاء نے اجتماعی ناشتا کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا، اور رفقاء اس عزم کے ساتھ گھروں کو رخصت ہوئے کہ اقامتِ دین کے اِس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا تن من دھن صرف کردیں گے۔ ان شاءاللہ (رپورٹ: محمد فیصل قریشی)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیراہتمام سودی معیشت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیراہتمام جنرل بس اسٹینڈ کے باہر سودی معیشت کے خلاف عوامی بیداری کے سلسلے میں ایک پرامن احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین نے سودی معیشت کے خلاف ہاتھوں میں بینرز اور پلے کارڈز اُٹھا رکھے تھے۔ مظاہرے کی قیادت تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے امیر وقار اشرف نے کی۔ انہوں نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غیراسلامی نظامِ معیشت نے پاکستان کو تباہی کے دھانے لا کھڑا کیا ہے۔ عوام کے لیے دووقت کی روٹی کا حصول بھی مشکل ہوگیا ہے۔ آئے روز اخبارات میں بھوک کے ہاتھوں مجبور لوگوں کی خودکشی کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہاں اللہ تعالیٰ کا دین قائم ونافذ نہیں کیا۔ جو معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ پاک نے سود کو حرام مطلق قرار دیتے ہوئے سودی لین دین کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے خلاف جنگ قرار دیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے حکمران لوگوں کو مختلف ترغیبات دے کر اور سودی سکیموں کے ذریعے سود کے جال میں جکڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تمام مسائل سے نجات کی واحد راہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے نظامِ عدل وقسط کو قائم کیا جائے۔ رفقاء نے بس اسٹینڈ سے مین بازار اور فوارہ چوک کی طرف مارچ کیا۔ دن 12 بجے مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ اس دوران اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا کہ کاروبارِ زندگی متاثر نہ ہوا اور ٹریفک میں تعطل نہ آئے۔ لوگوں نے اس مظاہرے کو بہت سراہا۔ مظاہرے میں تقریباً 25 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: جی ایم چودھری)

تنظیم اسلامی قرآن اکیڈمی کراچی کے زیراہتمام نہی عن المنکر پروگرام

25 دسمبر 2010ء کو تنظیم اسلامی قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے زیراہتمام نہی عن المنکر کے حوالے سے پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ رفقاء کو نمازِ عصر پر قرآن اکیڈمی میں جمع ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ نمازِ عصر کے بعد سرفراز خان نے رفقاء کے سامنے نیکی کا حکم دینے والوں کی اور برائی سے روکنے والوں کے لئے سنائی گئی بشارتیں پیش کیں۔ مغرب کی نماز کے بعد عاطف اسلم نے اس پمفلٹ کا مطالعہ کرایا جو کھڈا مارکیٹ میں تقسیم کیا جانا تھا۔ اس پمفلٹ کا عنوان ''جنسی بے راہ روی'' تھا۔ پمفلٹ میں بے حیائی اور زنا کی شناعت سے متعلق آیات و احادیث درج تھیں اور اسلامی طرزِ معاشرت کی تفصیلات بیان کی گئی تھیں، تاکہ پڑھنے والوں پر یہ واضح کیا جاسکے کہ بے حیائی سے معاشرے پر کس قسم کے خوفناک اثرات پڑتے ہیں اور اسلام ان کو کیوں منکر قرار دیتا ہے۔ بعدازاں امیر مقامی تنظیم فیصل منصوری نے رفقاء کو آدابِ گشت کی یاددہانی کرائی، نظم وضبط کا خیال رکھنے کی اہمیت واضح کی اور کسی غیر متوقع صورتحال پیش آجانے کی صورت میں رفقاء کے مطلوبہ طرزِ عمل کی وضاحت کی۔ اس کے بعد رفقاء اپنی اپنی سواریوں پر کھڈا مارکیٹ روانہ ہوئے اور عشاء کی نماز کے لئے مسجد عبدالعزیز میں جمع ہوئے۔ عشاء کے فرائض کے فوراً بعد چار رفقاء مسجد کے گیٹ پر پمفلٹ کی تقسیم کے لئے کھڑے ہوگئے اور باہر آتے ہوئے نمازیوں میں پمفلٹ بانٹنے لگے۔ اسی دوران مسجد کے گیٹ پر جناب سرفراز خان نے کارنر میٹنگ کی، جس میں تنظیم اسلامی کے تعارف کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار کے بگاڑ میں بے حیائی کے کردار کو اجاگر کیا گیا اور اجتماعی توبہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اِس دوران دیگر رفقاء پلے کارڈ لے کر سڑک کی دونوں جانب کھڑے رہے، تاکہ مسجد سے نکلنے والے نمازی اور گزرتی ہوئی گاڑیاں اس پیغام سے آگاہ ہوسکیں۔ تقریر کے بعد گشت کا آغاز کیا گیا جس میں رفقاء پلے کارڈ لے کر کھڈا مارکیٹ کی طرف چلنا شروع ہوئے۔ رفقاء کی جماعت مسجد عبدالعزیز کے ساتھ والی گلی سے کھڈا مارکیٹ کی طرف مارچ کرتی ہوئی Red Apple ہوٹل کے سامنے آکر رکی۔ جہاں پر بازار کا زیادہ تر رش دیکھنے میں آیا اور یہ پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نظروں سے گزرا۔ یہاں پر بھی کچھ رفقاء کی ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ گزرتی ہوئی گاڑیوں میں پمفلٹ تقسیم کریں۔ چونکہ یہ جگہ سب سے زیادہ رش والی تھی، اس لئے اس جگہ پر تقریباً 45 منٹ قیام کیا گیا۔ رفقاء دو قطاروں میں سڑک کے دونوں طرف کھڑے رہے۔ اس کے بعد رفقاء کی ایک جماعت Hot and Spicy کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں تقریباً آدھا گھنٹہ پلے کارڈز لئے کھڑی رہی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس جگہ پر جناب عبدالرزاق کوڈاوی نے کارنر میٹنگ کی، جس میں اپنے پیغام کو انہوں نے میگافون کے ذریعے وہاں کھڑے عوام کے سامنے پیش کیا۔ ان کی تقریر کے دس منٹ کے بعد شکیل احمد نے اسی مقام پر ایک اور کارنر میٹنگ کی۔ اس کارنر میٹنگ کے بعد رفقاء فیصل منصوری کی قیادت میں واپس مسجد عبدالعزیز کی جانب رواں ہوئے، جہاں پہنچ کر امیر صاحب نے اختتامی دعا کی اور الوداعی کلمات ادا کرکے پروگرام کا اختتام کیا۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

the household work?

Then, how could some of our youth think they are too important to do chores? Why do some girls refuse to do housework after marriage, when a woman is the "Shepherd of her husband's house and children --- and responsible? Why do some men consider that housework and chores are strictly, and under all circumstances, not their domain? Indeed, if we claim to be followers of Prophet Muhammad ﷺ, then he has taught us well. As his wife, Ayesha ؓ testifies: "He was ever engaged in the menial service of his family, and then when the time for salah came, he would go out to salah."

Lacking such a Sunnah of balance in our lives, we cannot even begin to be good Muslims!

نیوز آف دی ویک

خبر ”اپوزیشن اور عدلیہ میری بات مانتے ہیں‘ علماء کیوں نہیں مانتے۔“

وزیر اعظم

تبصرہ: محترم وزیر اعظم صاحب! اگر اپوزیشن آپ کی بات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتی ہے تو یہ جمہوریت کے بہترین انتقام کا پھل ہوگا، کیونکہ یہ بے چاری اپوزیشن تو ایک سوراخ سے درجنوں بار ڈسے جانے کے باوجود اور ہر سمت سے فرینڈلی فرینڈلی کے طعنے سن کر بھی بے مزہ نہیں ہوتی۔ یا یہ سیاست دانوں کی ”مشترکہ مفادات کونسل“ کے متفقہ فیصلے کے عین مطابق ہوگا، اور بقول شخصے میاں نواز شریف آصف زرداری کی انشورنس پالیسی ہیں۔ رہا سوال عدلیہ کا تو ہمارے لیے انتہائی حیرانی کی بات ہے کہ آپ کے بیان پر توہینِ عدالت کے حوالہ سے از خود نوٹس کیوں نہیں لیا گیا۔ وزیر اعظم صاحب! کیا عدلیہ فیصلے کرنے سے پہلے آپ کی طرف دیکھتی ہے یا آپ کی بات مانتے ہوئے فیصلے بدل لیتی ہے۔ ان دو کے سوا آپ کے بیان کا کوئی تیسرا مطلب لیا ہی نہیں جاسکتا۔ محترم وزیر اعظم! اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خلیفۂ وقت قاضی کی عدالت میں سائل کی مانند کھڑا رہتا تھا۔ جہاں تک علماء کرام کا تعلق ہے تو اُنہیں چٹ پٹے بیانات سے رام کرنا مشکل ہے۔ انہیں بات منانے کے لیے آپ کو عملاً کچھ کرنا ہوگا۔ وہ قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر معاملات کو پرکھتے ہیں۔ آپ کا خانوادہ سادات سے تعلق سب کے لیے باعث احترام ہے لیکن یاد رکھیے اور اچھی طرح یاد رکھیے کہ ابولہب اور حضور ﷺ ایک ہی خاندان سے تھے۔ ایک پر ساری کائنات کو قربان کیا جاسکتا ہے اور ایک کے ہاتھ ٹوٹنے کی خبر قرآن دے رہا ہے۔ برائے مہربانی ہیر پھیر اور سیاسی قلابازیاں سیاست تک محدود رکھا کریں۔ اگر تحفظِ ناموس رسالت کے بارے میں آپ سنجیدہ ہیں تو تین کام کرنے میں دیر نہ کریں۔ کہیں آپ کی مہلت ختم نہ ہو جائے۔ اول یہ کہ صدر زرداری کی بنائی ہوئی اُس کمیٹی کو تحلیل کیا جائے جو شہباز بھٹی کی سرکردگی میں بنائی گئی ہے۔ دوئم یہ کہ سپیکر قومی اسمبلی فہمیدہ مرزا شیری رحمٰن کا 295-C میں ترمیم کا بل قائمہ کمیٹی سے واپس لے کر داخل دفتر کریں اور سوئم یہ کہ وزیر اعظم اِدھر اُدھر کچھ کہنے کی بجائے قومی اسمبلی میں بیان جاری کریں کہ حکومت اِس قانون میں یا پروسیجر لا میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کرے گی۔

غلبۂ واقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ماہ ربیع الاول (فروری) کا شمارہ شائع ہوگیا ہے

اہم مضامین

☆ قانون تحفظِ ناموس رسالت: اعتراضات وجوابات — خرم مرادؒ

☆ دین اور فریضۂ دینی: سیرت مطہرہ کی روشنی میں — محمد فہیم

☆ رسول اکرم ﷺ — نبی رحمت — محمد یونس جنجوعہ

☆ کذب بیانی: قرآن وحدیث کے تناظر میں — عتیق الرحمٰن صدیقی

☆ تحریک تجدّد اور متجدّدین — حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ”بیانُ القرآن“
سلسلہ وار ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

Sobia Asrar

BETTER THAN A SERVANT

As youth, haven't we all sat daydreaming about we would one day change the world? Then, haven't we had our parents point out how we should maybe start with our own messy rooms?

We tend to set our sights on the grandiose and spectacular, to the extent that everything else, even the necessities of life, starts to seem mundane. We deem ourselves capable of achieving great things. Compared to that, talking out trash and doing our laundry qualify as small fry. When we could spend our time consumed by the important issues of the day that affect countless people, is it not, say, selfish of us to busy ourselves with our own chores?

Surely you sense my sarcasm here, for isn't life --- our lofty goals and its itty, bitty and gritty --- important? It is only when we experience all of it that we become what we must be: Wholesome individuals; physically, intellectually and spiritually speaking. In tidying up after ourselves, for instance, we learn personal hygiene and communal order. And isn't cleanliness a part of faith? When we do our bit around the house, we learn to be responsible citizens who actively contribute to society. And didn't the family and companions of the Prophet ﷺ do the same too?

Yet, today, not only do we have among us youth careless in this respect. There are also elders proudly proclaiming they have never tasked their 20-something children with housework. In doing so, they cultivate within their kids the notion that someone else will always take care of their mess. Thus, they unwittingly raise adults who hold such tasks as menial and beneath them. How far removed are they from the example of the greatest parent of all --- the Prophet ﷺ --- who advised his own daughter to read certain azkar instead of fulfilling her request for a maid!

Doing chores is not unnecessary or (pun intended) a chore. It's natural for someone living in a family unit to do everyday tasks and household jobs, with every member having some contributory role to running home. Besides maintaining health, hygiene, and safety these duties simultaneously sustain the spirit. Moreover, they teach us responsibility, time management, and cooperation. They arm us with skills for a better life and world. When we label them jobs for the "old-fashioned" and "underclass" servants, we do nothing but engender an entertainment culture of entitlement in our youth and society. In the process, we institutionalize the demeaning of those we expect to clean up after us or serve us on demand.

There can be no more basic a quality than working for yourself and serving loved ones in your own home: If we do not handle our own needs, how can we become selfless people who learn to work for others? It is no wonder, then, that as we fail to acknowledge our debt of contribution to our own households, we are doing the same in a larger sense --- towards our Ummah, as well.

That is why it boggles the mind when we now come across people actually using religion as a cover for this failing in responsibility. They point out that they are so busy spreading the Deen and working for Islam that housework is not even on the to-do list anymore. Since they are otherwise preoccupied with such a noble deed, a clean and well-managed home is not a priority.

Please do not misunderstand. There is no cause greater in life than the service of this Deen. And, lacking such devoted people, Islam would surely suffer, and it currently is. But do we really believe we have a greater mission than the Prophet ﷺ? Though tasked with conveying Allah's message to the worlds and being the final Prophet ﷺ for all humankind until the end of time, didn't he find the time to milk his goat, mend his clothes, repair his shoes, and help with